اردو نظم

ہمارا ادبی سرمایہ نظم ونثر پر مشتمل ہے۔ ہر وہ فن پارہ جو منظوم ہو نظم کے زمرے میں رکھا جاسکتا ہے اور اس کے برعکس نثری اصناف کو'فکشن' اور غیر افسانوی نثر کے تحت شمار کیا جاتا ہے۔نظم کی جب بات ہوتی ہے تو اس میں مرثیہ، مثنوی، قصیدہ وغیرہ کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ ہیئت اور فن کے اعتبار سے غزل، نظم سے مختلف ہوتی ہے۔ پھر نظم کی بھی مختلف ہیئتیں ہوتی ہیں مثلاً مثلث، مثمن، مخمس، مربع، مستزاد، مسدس، مسمط، شہر آشوب، مناجات حتی کہ نعت اور منقبت بھی نظم کے دائرے میں آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی پیچیدگی سے بچنے اور سہولت کے لئے انہیں الگ الگ نام دیا گیا ہے۔ اور انہی ناموں سے ان کی شناخت ہوتی ہے۔ ایسے میں غزل اپنے فن اور ہیئت کی بنیاد پر ''نظم'' سے مختلف ہے۔ اور اس فرق کو بہرصورت ہمیں ملحوظ رکھنا ہوتا ہے۔ اسی طرح مرثیہ یا مثنوی ''نظم'' ہوتے ہوئے بھی ایک الگ صنف کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ''نظم'' سے مراد ایک مخصوص صنف سخن ہے جس میں کسی ایک موضوع کو ابتدا تا انتہا نظم کیا جاتا ہے۔ اس کے اشعار غزل کے شعروں کی طرح متفرق نہیں ہوتے بلکہ ہر شعر ایک دوسرے سے مربوط اور پیوستہ ہوتا ہے۔ اس کے ربط اور پیوستگی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کسی ایک شعر کو اگر خارج کردیا جائے تو پوری نظم ادھوری ہوجائے۔ بعض ناقدین نے اس کی مثال پھول سے دی ہے جس کی متعدد پنکھڑیاں اس طرح منضبط اور مربوط ہوتی ہیں کہ ایک کے علیحدہ کرنے سے بھی ترتیب و تنظیم بگڑ جاتی ہے اور پھول کے حسن میں نقص پیدا ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ نظم کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں افسانہ یا ناول کی طرح آغاز، عروج اور اختتام ہوتا ہے۔ نظم ایک پیچیدہ اور مرکب شعری عمل ہے جس کی تعمیر وتہذیب اور تسلسل و ربط میں شاعر کو کافی محنت کرنی پڑتی ہے۔ نظم تین حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ابتدا، وسط اور اختتام۔ لیکن یہ تینوں حصے ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہوتے ہیں کہ انہیں جدا نہیں کیا جاسکتا۔ ہر شعر دوسرے شعر سے مل کر صوری اور معنوی ربط پیدا کرتا ہے۔ نظم کے اختتام کے ساتھ قاری اطمینان اور تسکین حاصل کرتا ہے۔ نظم کی یہی وہ خصوصیت ہے جس کی بنا پر کلیم الدین احمد نے اس کی دل سے پذیرائی کی اور غزل کے متفرق اشعار کو انتشار خیالی کا نام دے کر ''نیم وحشی صنف سخن'' قرار دیا۔ لیکن نظم میں اس بات کا خیال بھی رکھنا ہوتا ہے کہ مقصد اور مدعا واضح نہ ہو جس سے قاری کو لگے کہ شاعر اسے کوئی نصیحت کررہا ہے۔ آرٹ اور فن پوشیدگی اور ایمائیت میں ہوتا ہے۔

ایک صنف کی حیثیت سے نظم کی بنیاد ۱۸۷۴ء میں انجمن پنجاب کے مشاعرے میں پڑی۔ پہلی جنگ آزادی یعنی ۱۸۵۷ء کی ناکامی اور انگریزوں کے ظلم واستبداد کے بڑھتے پنجے سے عاجز ہندستانیوں نے آزادی کے لئے نئے سرے سے صدائے احتجاج بلند کی۔ معاشرے میں ایک نیا انقلاب برپا ہوا۔ اور اس میں رفتہ رفتہ تیزی اور تندی آگئی۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ اور اس آزادی کی جو بھی سرگرمیاں تھیں ان پر انگریزوں کی سخت نظر تھی۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستانی ان کے رحم وکرم پر تھے۔ ایسے میں دل میں آزادی کی تمنا تو بیدار رہی لیکن بظاہر انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنا بھی گویا زندگی کا مطمح نظر ٹھہرا۔ دوسری طرف انگریز حکمراں نے اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے یہ ضروری جانا کہ ہندستانی زبان سیکھی جائے۔ ہندستانیوں کے دل میں بھی یہ بات گھر چکی تھی کہ سربلندی حاصل کرنے کے لئے انگریزی تعلیم کا حصول انتہائی ضروری ہے۔ اس صورت حال میں ہندستانیوں نے انگریزی سیکھنا شروع کیا اور انگریزوں نے اردو کی طرف توجہ دی جو اس وقت کی رائج زبان تھی۔ انگریزی اور فارسی ادب کے اردو میں ترجمے ہونے لگے۔ ایک جملے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو زبان کو انگریز حکمراں طبقے کی سرپرستی حاصل ہوگئی۔ یہ سیاسی صورت حال قبل کی صورت حال سے بالکل مختلف تھی۔ یہی وہ دور ہے جب شعرا غزل کے ''پامال میدان'' کو چھوڑ کر نیچرل شاعری کی طرف متوجہ ہوئے۔ حالانکہ اس سے قبل نظیر اکبرآبادی شمالی ہندستان میں نظم کہہ رہے تھے۔ لیکن نظیر کو اس عہد میں قابل اعتنا نہ سمجھا گیا۔ اساتذہ نے تو نظیر کو شاعر ماننے سے ہی انکار کردیا۔ دوسرے یہ کہ نظیر کی نظموں میں ربط وتسلسل تو ہے اور وحدت مضمون بھی مگر احساس تعمیر اور تاثر کے منزل بہ منزل تشکیل واظہار کا انداز نہیں پایا جاتا۔ یہ بات اس لئے کہی جارہی ہے کہ وحدت، احساس تعمیر اور خیال وتاثر کے پہلودار ترتیب وار اظہار کا انداز ہی، نظم کو دوسری اصناف سے ممیز کرتا ہے۔ بہرکیف انگریز

حکمرانوں کی سرپرستی اور سرسید احمد خاں کی کوششوں سے نظم نگاری کو فروغ ملا۔ کرنل ہالرائڈ کی سرپرستی میں محمد حسین آزاد اور الطاف حسین حالی نے جدید نظم کا سنگ بنیاد رکھا۔ لیکن چونکہ سیاسی، سماجی اور معاشرتی سطح پر ہندستان میں بڑی تبدیلی رونما ہو چکی تھی اس لئے شاعری میں تصنع، فرضی عشق کی داستانوں، پیچیدہ ترکیبوں اور رعایت لفظی وغیرہ سے پرہیز کیا گیا اور سادگی و صفائی کی جانب توجہ دی گئی۔ انہی کی کوششوں سے نیچرل شاعری کی بنیاد پڑی اور الطاف حسین حالی نے اپنے ''مقدمہ شعر و شاعری'' میں نیچرل شاعری پر زور دیتے ہوئے، تفحص الفاظ اور اخلاقیات کو شاعری کے لیے ضروری بتایا۔ ایسے میں حقیقی جذبات کی ترجمانی اور مناظر فطرت کی عکاسی و تصویر کشی شاعری میں کی جانے لگی۔ اسی عہد میں انگریزی شاعری کی تقلید و تتبع میں بغیر قافیہ کی نظمیں بھی کہی گئیں۔

<u>نظم معرا</u>

اردو میں نظم نگاری کی صنف کے وجود میں آنے کے بعد مختلف عہد میں اس کی ہیئت میں تجربے اور تبدیلیاں بھی ہوتی رہیں۔ جس کی بدولت نظم کی مختلف قسمیں وجود میں آئیں۔ نظم معرا بھی اردو نظم کی ایک قسم ہے۔ اردو میں پابند نظموں کے بعد نظم معریٰ میں بڑے پیمانے پر طبع آزمائی کی گئی ہے۔ ''انجمن پنجاب'' کے قیام اور ایک تحریک کے تحت نظم نگاری کی ترغیب اور پھر ترقی پسند تحریک کے زیر اثر اس صنف کو جلا ملی۔ نظم کی بنیاد ۱۸۷۴ء میں انجمن پنجاب کے مشاعرے میں پڑی۔ ۱۸۵۷ء کی ہندوستان میں جنگ کی ناکامی اور انگریزوں کے ظلم و استبداد کے بڑھتے پنجے سے عاجز ہندستانیوں نے آزادی کے لئے نئے سرے سے صدائے احتجاج بلند کی۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا اور جدوجہد آزادی کی جو بھی سرگرمیاں تھیں ان پر انگریزوں کی سخت نظر تھی۔ ایسے میں دل میں آزادی کی تمنا تو بیدار رہی لیکن بظاہر انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنا بھی گویا زندگی کا مطمح نظر ٹھہرا۔ ہندستانیوں کے دل میں یہ بات بھی گھر کر چکی تھی کہ سربلندی حاصل کرنے کے لئے انگریزی تعلیم کا حصول ضروری ہے۔ اس صورت حال میں ہندستانیوں نے انگریزی سیکھنا شروع کی۔ دوسری طرف انگریز حکمراں نے اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے یہ ضروری جانا کہ ہندستانی زبان سیکھی جائے۔ اور اس کیلئے اردو کی طرف توجہ دی جو اس وقت کی رائج زبان تھی۔ انگریزی اور فارسی ادب کے اردو میں ترجمے ہونے لگے۔ یہ سیاسی صورت حال قبل کی صورت حال سے بالکل مختلف تھی۔ یہی وہ دور ہے جب شعرا نیچرل شاعری کی طرف متوجہ ہوئے۔ حالانکہ اس سے قبل نظیر اکبرآبادی شمالی ہندستان میں نظم کہہ رہے تھے۔ لیکن نظیر کو اس عہد میں قابل اعتنا نہ سمجھا گیا۔ اساتذہ نے تو نظیر کو شاعر ماننے سے ہی انکار کر دیا۔ بہر کیف انگریز حکمرانوں کی سرپرستی اور سرسید احمد خاں کی کوششوں سے نظم نگاری کو فروغ ملا۔ کرنل ہالرائڈ کی سرپرستی میں محمد حسین آزاد اور الطاف حسین حالی نے جدید نظم کا سنگ بنیاد رکھا۔ لیکن چونکہ سیاسی، سماجی اور معاشرتی سطح پر ہندستان میں بڑی تبدیلی رونما ہو چکی تھی اس لئے شاعری میں تصنع، فرضی عشق کی داستانوں، پیچیدہ ترکیبوں اور رعایت لفظی وغیرہ سے پرہیز کیا گیا اور سادگی و صفائی کی جانب توجہ دی گئی۔ انہی کی کوششوں سے نیچرل شاعری کی بنیاد پڑی اور الطاف حسین حالی نے اپنے ''مقدمہ شعر و شاعری'' میں نیچرل شاعری پر زور دیتے ہوئے، تفحص الفاظ اور اخلاقیات کو شاعری کے لیے ضروری بتایا۔ ایسے میں حقیقی جذبات کی ترجمانی اور مناظر فطرت کی عکاسی و تصویر کشی شاعری میں کی جانے لگی۔ اسی عہد میں انگریزی شاعری کی تقلید و تتبع میں بغیر قافیہ کی نظمیں بھی کہی گئیں۔

معرا عربی لفظ ہے جس کے معنی ننگا، عریاں ہے۔ اردو ادب میں اس سے مراد وہ نظم ہے جس میں قافیے کی پابندی نہیں کی گئی ہو۔ حالانکہ اس میں بحر کی پابندی لازمی ہوتی ہے۔ اور مصرعے بھی ہم وزن ہوتے ہیں۔ یہ صنف انگریزی میں پہلے سے رائج ہے۔ انگریزی شاعروں نے قدیم یونای اور لاطینی شاعری سے اس ہیئت کو لیا۔ انگریزی کے شہرۂ آفاق شاعر شیکسپیئر کے منظوم ڈرامے اسی ہیئت میں ہیں۔ ہندوستان کی قدیم زبان سنسکرت کی شاعری کا بیشتر حصہ بھی غیر مقفیٰ ہی ہے۔ لیکن اردو یا ہندی والوں نے سنسکرت کا تتبع نہیں کیا بلکہ انگریزی سے اس فارم کو اپنی زبانوں میں داخل کیا۔ نظم معرا کو انگریزی میں ''بلینک ورس'' کہتے ہیں۔ اور اس کی تشریح غیر مقفیٰ نظم کے طور پر کی گئی۔ اردو میں سب سے پہلے عبدالحلیم شرر نے اس ہیئت کو تجربے کی صورت عطا کی۔ اور مولانا الطاف حسین حالی نے اپنی معروف تصنیف ''مقدمہ شعر و شاعری'' میں اس کی پذیرائی کی۔ مگر حالی نے اس میں کوئی تجربہ نہیں کیا۔ حالانکہ شرر سے پہلے اسماعیل میرٹھی نے نظم معرا لکھی۔ یہ نظمیں پسند بھی کی گئیں مگر وہ اس ہیئت کو شناخت نہیں دلا پائے۔ عبدالحلیم شرر جو بنیادی طور پر میدان نثر کے قلم کار ہیں انہوں نے شعوری طور پر اس تحریک کو آگے بڑھایا اور استحکام بخشا۔ دراصل عبدالحلیم شرر اردو شاعری میں قید و بند سے نالاں تھے۔ اس لئے شعوری طور پر انہوں نے انگریزی کے بلینک ورس سے کو ترجیح اور اردو میں اسے رائج کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں انہوں نے خود اپنے رسالے ''دلگداز'' کے ایک

شمارے میں ''ہمارالٹریچر'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

''جن لوگوں نے انگریزی علم عروض اور قواعد شعرو سخن کو غور سے دیکھا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اردو نظم میں جس قدر سختی کی گئی ہے اسی قدر انگریزی میں سہولت سے کام لیا گیا ہے اردو شاعری میں صدہا قیدیں اور ہزار ہا قسم کی پابندیاں ہیں اور ترقی کرتی جاتی ہیں۔ بخلاف اس کے انگریزی میں بہت کم قیدوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ باوجود اس ترقی کے اب تک انگریزی میں قافیے کی ضرورت نہیں اور اردو میں جب تک قافیہ کی پابندی نہ ہو شعر ہی نہیں ہوسکتا۔''

اس طرح شرر نے اردو نظم کو قافیے سے آزاد کرنے کے لئے شعوری کوشش کی۔اس سلسلے میں وہ برابر مضامین لکھتے رہے۔قافیے سے آزاد کرنے کے بعد اس کا نام انہوں نے ''نظم غیر مقفیٰ'' رکھا۔دلگداز کے جون ۱۹۰۰ء کے شمار میں انہوں نے لکھا:

''سردست ہم نظم کی ایک نئی قسم کی طرف توجہ کرتے ہیں جو انگریزی میں تو بکثرت موجود ہے مگر اردو میں بالکل نئی اور عجیب چیز نظر آئے گی۔مشرقی شاعری میں ردیف وقافیہ بہت ضروری اور لازمی خیال کئے گئے ہیں۔مگر انگریزی میں ایک جداگانہ وضع کی نظم ایجاد کی گئی ہے جسے ''بلینک ورس'' کہتے ہیں اردو میں اس کا نام اگر ''نظم غیر مقفیٰ'' رکھا جائے تو شاید زیادہ مناسب ہوگا۔''

حالانکہ شرر کی اس کوشش کی مخالفت بھی ہوئی لیکن کچھ لوگ ان کی حمایت میں بھی تھے۔شرر نے اپنی کوشش وسعی جاری رکھی اور ''نظم غیر مقفیٰ'' کے عنوان سے تخلیقات بھی شائع کرتے رہے۔لیکن اسے ''نظم غیر مقفیٰ'' کہنا کچھ زیادہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔اور شاید اسی لئے بابائے اردو مولوی عبدالحق کے مشورے سے انہوں نے اس کا نام ''نظم معریٰ'' رکھ دیا۔یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ عبدالحلیم شرر کی تمام تر کوششوں کے باوجود ان کے عہد میں یہ فارم زیادہ مقبول نہیں ہوسکا البتہ بعد کے دنوں میں اس نے ایک مستحکم صورت اختیار کرلی۔خصوصاً ترقی پسند تحریک سے وابستہ شعرا نے اسے اپنایا اور بڑے پیمانے پر نظم معرا کہی گئی۔مثال کے لئے فیض احمد فیض کی تخلیقات کو دیکھا جاسکتا ہے جنہوں نے بہت سی بغیر قافیے کی نظمیں کہی ہیں۔اس طرح نظم کا یہ فارم وجود میں آیا جس کا سہرا بنیادی طور پر عبدالحلیم شرر کے سر بندھتا ہے۔

نظم معرا کی خصوصیات:

نظم معرا انگریزی صنف نظم بلینک ورس کا اردو ترجمہ ہے۔اردو شاعری میں جو بھی اصناف ہیں وہ پابند ہیں۔یعنی ان میں بحر واوزان کے التزام کے ساتھ قافیے اور ردیف کی پابندی ہوتی ہے جبکہ انگریزی صنف بلینک ورس میں قافیے اور ردیف کی پابندی نہیں ہوتی ہے۔البتہ اس میں بحر کی پابندی ہوتی ہے۔اردو کے ادبا نے اردو نظم کو قافیے اور ردیف کی پابندی سے آزاد کرنے کے لئے بلینک ورس کو اردو ادب میں مترادف کرانا چاہا۔مقصد یہ تھا کہ اردو نظم قافیے اور ردیف کی پابندی سے آزاد ہوکر بہتر تخلیقی صورت پیدا کرسکے گی۔کیوں کہ قافیے کی قید دراصل کلام کو محدود اور طبع آزمائی کے میدان کو نہایت ہی تنگ کردیتی ہے۔اور خیالات کا اظہار وسعت وآزادی سے نہیں کرنے دیتی۔اگر کوئی ڈراما لکھنا ہو یا مختلف لوگوں کی گفتگو نظم میں ادا کرنی ہو تو مجبور ہوجانا پڑتا ہے کہ ہر فقرہ اور ہر خیال جس طرح ممکن ہو ہر مصرع یا ہر شعر میں ختم کردیا جائے۔اس قید کے ساتھ صاف ظاہر ہے کہ تسلسل کلام قائم نہیں رہ سکتا۔انگریزی ادب میں بلینک ورک کی اپنی اہمیت ہے اور اس صنف میں قابل قدر شاعری کی گئی ہے۔انگریزی کے شعرا شیکسپیئر، ہومر، ورجل، ملٹن اور ٹینی سن وغیرہ اسی صنف میں شاعری کرکے آسمان شاعری کے درخشاں ستارے بنے۔لیکن اردو میں اس کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ بعض ادیبوں اور شاعروں کا خیال تھا کہ اگر قافیے اور ردیف کو ہٹادیا جائے تو اردو شاعری پھیکی ہوجائے گی۔اس کا آہنگ متاثر ہوگا۔بہر حال اردو شاعری میں نظم معرا مخالفتوں کے باوجود کو اپنایا گیا لیکن اسے انگریزی سے من وعن نہیں لے لیا گیا۔مثلاً انگریزی میں اس صنف کے لئے ایک مخصوص بحر ہے۔لیکن اردو میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ اگر اسے بحر میں مقید کیا گیا تو پھر یہ وہی پابندی والی بات ہوجائے گی جو اب تک اردو شاعری میں رائج رہی ہے۔دراصل اردو شاعری عربی اور فارسی اصناف پر مبنی ہے۔ان زبانوں میں نظم معرا کا تصور نہیں تھا۔جس کی وجہ سے اردو میں بھی یہی طریقہ رائج رہا۔اسے سہل بنانے کیلئے نظم سے قافیے اور ردیف کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔اور شعرا نے اس فن میں بھی اچھی شاعری کی ہے۔نظم معرا کے لئے نہ تو موضوع اور مضامین کی پابندی ہے اور نہ ہی بحر اور قافیے وردیف کی۔یہی وجہ تھی کہ مولانا عبدالحلیم شرر نے اس صنف میں ڈرامے بھی لکھے۔اور اس کی تقلید دوسرے شعرا نے بھی کی۔نظم معرا کی اچھی مثالیں ہمیں فیض احمد فیض کے یہاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔اکبر الہ آبادی کے یہاں چند نظمیں اس نوعیت کی ہیں۔جن میں شاعری بھی موجود

ہے۔دوسرے شعرا کے یہاں بھی نظم معرا میں اچھی شاعری دیکھنے کوملتی ہے۔کہنے کا مطلب یہ ہے کہ قافیے اور ردیف کی قید کوختم کر کے بھی اچھی شاعری کی جاسکتی ہے۔اوراس کی مثالیں نظم معرا کے شعرا کے یہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔نظم معرا اردو شاعری میں ایک اضافہ ہے۔اس سے اردو شاعری میں تنوع پیدا ہوتا ہے۔

آزادنظم:

اردو میں آزادنظم کا تصور بہت قدیم نہیں ہے۔بیسویں صدی میں انگریزی ادب کے حوالے سے اردو میں یہ صنف وارد ہوئی۔فرانس میں انیسویں صدی کے آغاز میں فارم وجود میں آیا۔بعد میں یورپ کی زبانون اور انگریزی میں بھی اس کا رواج عام ہوگیا۔آزادنظم میں بحرااور قافیہ کی روایتی پابندیوں اور مخصوص اصناف سخن سے انحراف کیا گیا ہے۔آزاد کا مطلب ہی ہوتا ہے کسی قید وبند میں نہیں رہنا۔اس فارم کی بنیاد پر اس نظریہ پر رکھی گئی کہ شاعری کا انحصار موضوع پر ہے کہ نہ کہ ہیئت پر۔اس نظریہ سے شاعری میں آزاد اظہار کا سوال پیدا ہوتا ہے۔جس کے پیش نظر معین اصناف سخن اور بحور اور قافیہ کی روایتی پابندیون سے بغاوت کی گئی ہے۔نظم معرا میں صرف قافیہ کی قید سے نجات ملی تھی آزادنظم میں شاعر نے بحر اور قافیہ دونوں سے آزادی حاصل کر لی ہے۔اردو شاعری میں موضوع کے آزاد اظہار وابلاغ کے لئے ہمارے شاعروں نے شروع میں جوفنی طریقہ ایجاد کای تھا آج بھی اردو کی اکثر وبیشتر آزاد نظمیں اسی فنی انداز میں لکھی جاتی ہیں۔انگریزی میں روایتی بحرو سے مکمل گریز بھی کیا گیا ہے۔اورعروضی قید وبند سے مکمل آزادی حاصل کی گئی ہے۔ہندی میں بھی آزادنظم کے سلسلہ میں ہندی کے روایتی عروج سے مکمل گریز کی راہیں نکالی گئی ہیں۔پابندی شاعری میں ہرمصرعہ کاوزن مساوی ہونا شرط ہے۔ہر مصرعہ کاوزن یا موسیقانہ زیروبم بحر کے معین وصول پر پورااترنا چاہئے۔اگرچہ مختلف زبانوں میں لسانی فرق کی بنا پر بحور کا نظام جدا ہوتا ہے۔پابند شاعری میں شاعرکواپنا مفہوم ایسے الفاظ میں ادا کرنا ہوتا ہے جن کی ترکیب وترتیب بحر کے معین موسیقانہ نظام کے عین مطابق ہو۔اس طرح روایتی بحور کی حدیں شاعری کے تغیر پذیر موضوع اور مفہوم اور نئے فطری ترنم کا ساتھ نہیں دے سکتیں۔انگریزی میں موجوع اور معنی کے آزاد اظہار کے لئے جوراہ اختیار کی گئی ہے اس میں کسی قسم کی خارجی پابندی گوارانہیں۔خیال اور جذبہ کا داخلی آہنگ اور ترنم ہی شاعری کی راہبری کرتا ہے۔ انگریزی آزادنظم میں موسیقی اور ترنم کی روانی کی مختلف کیفیتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔اردوزبان کی ساخت انگریزی سے مختلف ہے۔اردو میں فطری زیروبم کی کیفیت ویسی ہی نہیں پائی جاتی جیسی کہ انگریزی میں ہے۔ہمارے شاعروں کوآزادنظم کے شروع میں توازن،ترنم اور تناسب کا کوئی نیاذریعہ ہاتھ نہ آیا شاید اسی وجہ سے عروضی بحور کا سہارا قطعی طور پر ترک نہ کرسکے۔البتہ ارکان وبحور کے آزاد استعمال سے جتنی سہولت میسرآسکتی تھی ضرور حاصل کی گئی ہے۔حالانکہ آزادنظم مستزاد سے ملتی جلتی صنف ہےلیکن یہ مستزاد ہرگزنہیں ہے۔لیکن اس کے باوجود آزادنظم مین ارکان کی تخفیف کے سلسلے میں عموماً مستزاد کے اصول کوشعوری یا غیرشعوری طور پر بروئے کارلایا جاتا ہے۔بہرحال وزن وقافیہ کی سخت قیود سے آزادی حاصل کرنے کی خواہش کے ساتھ ساتھ،آزادنظم کی ایجاد میں کچھ ایسے عصری تقاضوں کی بھی کارفرمائی شامل تھی جواسی زمانے سے مخصوص تھے۔ان مخصوص عصری تقاضوں کے پس منظر میں انگریزی آزادنظم کی ترویج نے اردوآزادنظم کیلئے ایک اہم محرک اور قابل تقلید نمونے کا کام دیا۔لہٰذا اس بات میں دورائیں نہیں ہوسکتیں کہ اردو میں آزادنظم کا وجود براہ راست انگریزی شعروادب کے تیزی سے بڑھتے ہوئے اثرات کا نتیجہ ہےاورس کی پیش قدمی بنیادی طور پر انگریزی فری ورس کی پیروی کی مرہون منت ہے۔اردو میں آزادنظم کی ہیئت ارکان پر مبنی ہوتی ہے۔مثال کے طور پر ایک رکن’فعولن‘لیں۔اس وزن پر پوری نظم ہوتی ہےلیکن ہرمصرع میں ارکان برابرنہیں ہوتے۔کسی مصرعے میں تین کسی میں اور کسی میں پانچ یا سات بار فعولن کا استعمال ہوسکتا ہے۔جیسے

میں یہ چاہتی ہوں کہ دنیا کی آنکھیں مجھے دیکھتی جائیں،یوں دیکھتی جائیں جیسے
کوئی پیڑ کی نرم ٹہنی کو دیکھے

پوری نظم اسی طرح چھوٹے بڑے مصرعوں پر مشتمل ہے۔اسی کو آزادنظم کہتے ہیں۔

بیسویں صدی کے ربع اول کے بعد جب ہندوستان میں آزادی کی لڑائیاں زوروشور سے جاری تھیں اوراسی درمیان ترقی پسند مصنّفین کی بنیاد پڑی تھی آزادنظم اردوادب میں وارد ہوئی۔اس عہد میں نئی نسل کے شاعر نئے موضوعات،مفاہیم،معنی اور مقاصد لے کرسامنے آرہے تھے۔ایک نیا شاعرانہ شعور تشکیل پارہاتھا۔اور شاعری کا نیا ہیولا تیار ہورہاتھا۔ نئے مواد کے بعض عناصر ذرائع اظہار میں اورزیادہ وسعت چاہتے تھے۔ ہیئت کی مروجہ

شکلوں میں مزید تبدیلی اور اضافہ کا تقاضہ ہوا۔ قافیہ اور ردیف کا التزام ہی نہیں مساوی وزن کی روایت بھی بعض نئے مقاصد اور تقاضوں کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ نئے معنی کی صورت گری میں جدید شاعروں نے بہت تراش خراش کی۔ تنسیخ اور ترمیم سے خوب کام لیا۔ اسی درمیان اردو کے شعرا فرائیڈ اور مارکس کے نظریہ سے اچھی طرح متعارف اور متاثر ہوئے۔ ان نظریوں کے زیر اثر مشاہدہ، تحقیق، تحلیل، تجزیہ، تنقید اور تجربہ کا رجحان بڑھا۔ مغرب کی جدید شاعری کی رہنمائی میں اردو میں نئی ادبی اور فنی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ نظم معرا کو نئے سرے سے اپنایا گیا۔ آزاد نظم کی تحریک شروع ہوئی۔ آغاز پنجاب کے شعرا نے کیا۔ آزاد نظم کے پیش رو تصدق حسین خالد، ن م راشد، اور میرا جی تصور کئے جاتے ہیں۔ تصدق حسین خالد اور ن م راشد میں سب سے پہلے کس نے آزاد نظم لکھی یہ آج بھی موضوع بحث ہے۔ کیوں کہ دونوں شعرا کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے آزاد نظم لکھی۔ لیکن یہ سچ ہے کہ اس دور میں آزاد نظم کی تحریک کے سب سے پہلے اور بڑے علمبردار ن۔ م راشد ہی ہیں۔ انہوں ے نظریاتی اور عملی طور پر با قاعدہ آزاد نظم کو اردو میں رائج کرنے کی کوشش کی۔ راش د کے ساتھ میرا جی آزاد نظم کے دوسرے بڑے نمائندہ ہیں۔ میرا جی مغرب کی اشاریت کی تحریکوں سے بہت متاثر رہے ہیں۔ بقول میرا جی مطالعہ کے لحاظ سے مغربی ادیبوں اور مفکرں میں سے سٹیفامے، میلارمے، چارلس، بودلیئر، والٹ وٹمن، ڈی ایچ لارنس اور سگمنڈ فرائڈ نے ان کی رہنمائی کی۔ میر اجی کے مجموعے میں ۱۹۳۲ء سے آزاد نظمیں شامل ہیں۔

۱۹۳۶ء سے ہمارے یہاں ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوتا ہے۔ ۱۹۳۵ء میں لندن میں مقیم ہندوستانی ادیبوں اور طالب علموں نے انجمن ترقی پسند مصنّفین کی بنیاد ڈالی۔ اپریل ۱۹۳۶ء میں انجمن کی پہلی کانفرنس لکھنؤ میں منشی پریم چند کے زیر صدارت ہوئی۔ اس کانفرنس میں ترقی پسند تحیرک کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس تحریک کے ذریعہ مارکسی نظریہ ادب وفن کی تشہیر عام ہونے لگی۔ اردو کے بے شمار بزرگ اور نوجوان شاعر اور ادیب ترقی پسند نظریہ سے متاثر ہوئے۔ شعر وادب کے مارکسی نظریہ کے عام ہونے کی دیر تھی۔ چند برسوں میں ہی نئے نئے اچھوتے موضوع اور رنگ برنگ کے فارموں میں اردو شاعری کی کایا پلٹ ہوگئی۔ آزاد نظم کا رجحان عام ہوگیا۔ سردار جعفری، ترقی پسند شاعری کے نمائندہ ہیں۔ انہوں ے بھی ازاد نظم کی ترویج میں حصہ لیا۔

ن۔ م۔ راشد، تصدق حسین خالد، میرا جی اور سردار جعفری کے علاوہ مختار صدیقی، ڈاکٹر تاثیر، ڈاکٹر مسعود حسین، ڈاکٹر منیب الرحمن، علی جواد زیدی، مخدوم محی الدین، ساحر لدھیانوی، خلیل الرحمن اعظمی، سلام مچھلی شہری، کمال احمد صدیقی، یوسف ظفر، قیوم نظر، ضیا جالندھری، مخمور جالندھری، احمد ندیم قاسمی، بلراج کومل، جعفر طاہر، رضی ترمذی، ظہیر کاشمیری نے اور ان کے علاوہ بعض اور شاعروں ے بھی آزاد نظمیں لکھی ہیں۔ فیض اور اختر الایمان نے بھی کچھ آزاد نظمیں لکھی ہیں جن میں سے بعض بہت اچھی ہیں۔ ان شعرا کی نظموں کے مطالعہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اردو میں نظم آزاد کی تحریک محض جدت طرازی اور محض انگریزی شاعری کی نقل نہیں ہے۔ بلکہ اس تحریک کے پیچھے خاص ادبی مقصد کام کرتا ہے۔ اور وہ مقصد ہے جدید احساسات، جذبات خیالات اور موضوعات کے بھرپور اور آزاد اظہار وابلاغ کا۔ ن۔ م راشد نے لکھا ہے کہ 'ان پابندیوں نے آج تک ہمارے شاعر کو ان خیالات وافکار کے اظہار پر مجبور کئے رکھا ہے جو محض گزشتہ نسلوں کی صدائے بازگشت ہے'۔ ن۔ م راشد نے کھلے طور پر اعلانیہ لہجے میں روایتی فارم کو جدید عہد کے بے پناہ خیالات کے اظہار کئے لئے ناکافی قرار دیا ہے۔ ان کی پیروی اور تقلید کو اپنے ادبیات کے حق میں مہلک قرار دیا ہے۔ آزاد نظم کے دوسرے بڑے علمبردار میرا جی نے بھی اس صنف کو یوں ہی تفریح کی خاطر نہیں اپنایا۔ وہ بھی اس فارم کو معنوی اور فنی تقاضوں کی بنا پر قبول کرتے ہیں۔